مولانا سندھیؒ کے امالی تفسیر القرآن[1]

از علامہ موسیٰ جار اللہ[2]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اصطفانا۔ و اورثنا کل کتاب انزلہ من قبلنا الحمد للہ الذی ھدی البشر کافۃ بالقرآن الکریم الذی جعل بہ نبیہ رحمۃً للعالمین۔ و بالفرقان الذی انزلہ علی عبدہ یکون بہ نذیراً للعالمین۔

---

[1] ۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء سے ۱۳ جنوری ۱۹۳۸ء تک کے درمیانی عرصے میں مولانا سندھی نے مکہ معظمہ میں علامہ موسیٰ جار اللہ کو قرآن مجید کی تفسیر املا کرائی تھی یہ املا عربی میں تھی مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے اس املا شدہ (امالی) تفسیر کو از سر نو مرتب کیا ہے۔ ان امالی کے شروع کے حصّے کا مولانا ابو العلا محمد اسمٰعیل گودھروی مرحوم نے اردو ترجمہ کیا ہے یہاں ان امالی پر علامہ موسیٰ جار اللہ کا جو پیش لفظ ہے اس کا اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

[2] علامہ موسیٰ جار اللہ مرحوم دنیائے اسلام کی ایک بڑی بلند پایہ اور نامور علمی شخصیت تھے وہ روسی ترک تھے اکتوبر ۱۹۱۷ء کے اشتراکی انقلاب کے بعد بھی روس میں انکی بڑی عزت کی جاتی تھی۔ اسٹالین کے دور میں وہ روس چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اس کے بعد انکی ساری زندگی جلا وطنی میں گزری وہ کافی عرصہ ہند و پاک میں بھی رہے علامہ جار اللہ کی تصانیف عربی فارسی اور ترکی میں ہیں اور دنیائے اسلام کے اعلیٰ علمی حلقوں میں ان تصانیف کا بڑا بلند مقام ہے علامہ مرحوم کو ترک قوم پرستی کی وجہ سے روس سے نکلنا پڑا تھا۔ "برہان" دہلی کے ستمبر ۱۹۶۲ء کے شمارے میں ایک جاپانی عالم و مصنف کے ذکر میں علامہ موسیٰ جار اللہ کا ایک واقعہ مذکور ہے، جو درج ذیل ہے۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی میک گل (کینیڈا) کے اسلامی انسٹی ٹیوٹ میں اپنے مشاہدات و تاثرات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر اِدٹسو دہس بارہ زبانوں کے فاضل اور ماہر ہیں، جن میں انگریزی، فرنچ، (باقی حاشیہ ص ۶ پر

اللھم صلّ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد۔ کما صلیت علی سیدنا ابراھیم وعلی آل سیدنا ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارك علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما بارکت علی سیدنا ابراھیم وعلی آل سیدنا ابراھیم انک حمید مجید؁۔

اما بعد۔ اللہ جل جلالہ نے اپنا جلال وجمال خوب واضح اور روشن فرما دیا ہے۔ اور اس کا انعام ہر عام وخاص پر پھیلا ہوا ہے۔ مجھے اس نے طلبِ قرآن، فہم کتاب اللہ اور قرآن کے علوم کے حصول میں اپنی زندگی وقف کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔ اگر خدا ہمیں اس کی ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔ الحمد للہ کہ اس نے ہمیں ہدایت بخشی۔

میں نے قرآن کریم اور وہ تمام علوم جو متقدمین سلف نے اس بارے میں مدون و تحریر کئے تھے ان کا مطالعہ کیا اور اسی طرح معارفِ عمومی کی، جن کا فہم قرآن کریم کے سلسلے میں انسان محتاج ہے، طلب وجستجو کی اور جیسے جیسے ان کی طلب وجستجو میں میں نے اجتہاد و کوشش کی میرا شوق ورغبت قرآن کریم کی طلب وجستجو میں بڑھتا ہی گیا۔

ہمارے مدارس کا یہ حال ہے کہ علوم مطلوبہ کی تحصیل تعلیم وتعلم کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ اور کتابوں کے اندر جو کچھ لکھ دیا گیا ہے، اسے پڑھ لیا جاتا ہے۔ کتاب اللہ کی آیتوں کے ساتھ ساتھ "ذکرِ کبیر" کی آیتوں پر غور وتدبر کرنا نہیں سکھایا جاتا۔ اور طالب علم کو معلومات مستحضر ہوں۔ اور

(بقیہ حاشیہ) جرمنی عبرانی، ترکی اور عربی شامل ہیں، ان کا موضوع تحقیق جس پر انہوں نے بہت کچھ لکھا اور لکھ رہے ہیں، قرآن کا مطالعہ علم المعانی کے نقطہ نظر سے ہے۔ انہوں نے عربی زبان کس طرح سیکھی؟ اس کی داستان بھی بڑی دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ کہتے تھے کہ میں ٹوکیو کے قرب وجوار کا رہنے والا ہوں میرے وطن میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا، جس سے میں عربی پڑھ سکوں اتفاق سے روس کے ایک بہت بڑے مگر جلا وطن عالم جن کا نام موسیٰ جار اللہ تھا (انڈوپاک کے علمی اور دینی حلقے موصوف سے خوب واقف ہیں۔ تقسیم سے قبل دہلی آتے تھے تو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں قیام کرتے تھے اپنے استاد مولانا عبید اللہ سندھی کی طرح علم کے بحرِ ناپیدا کنار ہونے کے باوصف غضب کے درویش منش اور قلندر

(بقیہ حاشیہ ص۷ پر)

جس مطلوب کے لئے وہ کوشاں اور سرگرم ہے اس کی طرف اس کا ذہن موڑنا جس سے وہ آگے اقدام کر سکے، یہ نہیں سکھایا جاتا۔ یہ طریقہ حفظ و اخذ اور مضامین کتب کے محفوظ کرنے کا ہے۔ یہ طریقہ نظر و بصیرت، غور و تدبر اور علوم میں تعمق کا نہیں ہے۔

طلبِ علم میں میں بھی اسی راہ پر گامزن ہوا۔ اور وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو عام طلبہ کا حفظ و اخذ کا تھا۔ میں نے مطالعہ کا وہی طریقہ اپنایا جو مشائخ مدارس کا تھا۔ اور اسی طرح کتابوں کا مطالعہ کیا، جس طرح مشائخ مدارس کیا کرتے تھے۔ میں نے تمام تفاسیر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ مختلف لائبریریوں میں پہنچا جن میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تفاسیر موجود تھیں مثلاً میں نے کتاب البصائر صاحب قاموس اور نظم الدرر امام بقاعی کا جو آیات قرآنی اور اس کی سورتوں کی مناسبت پر لکھی گئی ہیں، مطالعہ کیا، ان بے شمار تفاسیر میں میں نے مطلوبہ افادیت اور وضاحت بیان نہ پائی اور تمام کو ایک ہی راہ پر چلتے دیکھا۔ اور وہ یہ ہے کہ "ہم کہتے ہیں۔ اور ایسا کہتے ہیں" میں نے ان میں تکرارِ مضامین اور اختصار کے سوا کچھ نہ پایا۔ یہ کہتے کہتے ان مفسرین کے قلم تھک گئے۔ لیکن اس سے افکار اور عقلیں سیراب نہ ہو سکیں،

جب میں سنہ ۱۳۵۶ھ (سنہ ۱۹۳۷ء) میں سیاحت نجد و یمن کے لئے مکہ مکرمہ پہنچا

(بقیہ حاشیہ)
صفت تھے، مطالعہ نہایت وسیع اور حافظہ بلا کا اور دماغ بڑا روشن تھا۔ راقم الحروف کو ان کے ساتھ بارہا شرف صحبت و تکلم حاصل ہوا ہے۔ اور اس زمانے میں ان کی ذہانت و ذکاوت اور غزارتِ علم و فضل کے جو حیرت انگیز مناظر اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں، ان کو قلم بند کیا جائے، تو ایک مستقل مقالہ تیار ہو جائے) جاپان میں تشریف لائے اور ٹوکیو کی مسجد کے ایک کمرہ میں (یا کسی مکان پر؟ اب ٹھیک یاد نہیں رہا) قیام کیا مجھے اطلاع ہوئی تو ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عربی پڑھنے کا شوق ظاہر کیا۔ علامہ نے شروع میں تو ٹال مٹول کی، مگر جب دیکھا کہ میرا اشتیاق واقعی طلب صادق ہے تو انہوں نے فرمایا اچھا! میں تم کو عربی ضرور پڑھاؤں گا مگر پہلے ایک بات کا وعدہ کرو اور وہ یہ کہ تم اپنی عربی کے علم کو قرآن اور اسلام پر حملہ کرنے کے لئے استعمال نہیں کروگے اس کے جواب میں جب میں نے یقین دلایا کہ میں محض ایک طالب علم ہوں اور میرا مقصد علمی نقطہ نظر سے
(بقیہ حاشیہ صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ)

قرآن کا مطالعہ کرنا ہے تو علامہ راضی ہو گئے۔ اب انہوں نے عربی پڑھانی شروع کی تو اس طرح کہ چند مہینوں میں جب تک کہ موصوف کا وہاں قیام رہا، برسوں کی مسافت طے کرادی۔ علامہ مجھے صرف عربی نہیں پڑھاتے تھے بلکہ قرآن پر لیکچر بھی دیتے رہتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مجھ کو قرآن سے خاص شغف پیدا ہو گیا۔ اور میں نے اس کو اپنے مطالعہ اور تحقیق کا خاص موضوع بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ علامہ صحیح معنوں میں ابن بطوطۂ وقت تھے۔ کسی ایک جگہ جم کر رہنا جانتے ہی نہیں تھے۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد یہاں سے بھی روانہ ہو گئے۔" (مدیر)

تو میں نے حرم مکہ میں امام عبیداللہ بن[1] اسلام کو پایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے[2] اور ان کے افادات میں جو اسلام کے طلبا اور استاذانِ ہند اُن سے حاصل کر رہے ہیں خیر و برکت عطا فرمائے۔

میں پہلے سے اس استاذ شفیق کو جانتا تھا اور مجھے بھی وہ جانتے تھے میں نے دیکھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں فارغ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے پاس تک کوئی نہیں پھٹکتا[3] اور شاذ و نادر ہی کوئی شخص ان کے پاس جا کر بیٹھتا اور وہ بھی استفادہ کی غرض سے نہیں بلکہ حسب عادت تبرک حاصل کرنے کی غرض سے۔

---

[1] عربوں کے ہاں چونکہ والد کا نام لکھنا ضروری سمجھا ہے اس لئے مولانا عبیداللہ سندھی عربی میں اپنا نام عبیداللہ بن اسلام لکھا کرتے تھے، یہ گویا اشارہ تھا ان کے نومسلم ہونے کی طرف۔ (مدیر)

[2] اس وقت مولانا سندھی زندہ تھے۔

[3] میں ۱۹۳۷ء میں حج بیت اللہ کے لئے گیا ہمارا قافلہ ہندوستان سے پہلا قافلہ تھا۔ ظہر کی نماز کے لئے ہم حرم میں گئے تو جماعت سے پہلے ایک شخص آیا اور میرا نام لیکر کہا کہ اس نام کا آدمی کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں، وہ مجھے بلا کر مولانا عبیداللہ صاحب کے پاس لے گیا پہلے تو انہوں نے مجھ سے بات کرنے میں تامل کیا لیکن چونکہ میری کتاب "ولی اللہ" سوانح حیات شاہ ولی اللہ پہلے ہی پڑھ چکے تھے اس لئے بہت جلد بے تکلف ہو گئے اور مجھ سے بلا تکلف باتیں کرنے لگے۔ (مدیر)

امام سندھی نے اپنی ساری عمر قرآن کریم اور اس کے فلسفہ کے لئے وقف کردی ہے ۔ وہ قرآن کریم کے فلسفہ کو جیساکہ اس کے جاننے کا حق ہے، جانتے ہیں ۔ اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے اصول پر جانتے ہیں ۔ امام سندھی نے شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کی تحصیل اور اس کی شرح میں مدتیں گزاریں یہاں تک کہ انہیں اس پر یقین کامل ہوگیا۔ انہوں نے اس فلسفہ کو تمام فلسفوں پر ترجیح دی۔ اور پھر امام ولی اللہ دہلوی کے اس فلسفہ پر پورے قرآن کی تعبیر کی ۔

امام سندھی شاہ ولی اللہ دہلوی سے ایک خاص عقیدت رکھتے تھے ۔ ایسی عقیدت میں کسی کے اندر نہیں پاتا ۔ وہ امام ولی اللہ دہلوی کا غایت درجہ کا احترام کرتے تھے ۔ اور انہیں تمام اماموں سے افضل اور امام الائمہ مانتے تھے ۔ بلکہ امام سندھی کا یہ اعتقاد تھا کہ سارے عالم کو امام ولی اللہ کا احترام کرنا چاہیئے ۔ ایسا احترام جیساکہ صحابۂ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتے تھے ۔ اس سے پیشتر میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ[1] اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء پڑھ چکا تھا ۔ ان کتابوں کو میں نے ایسا پایا جس کی مثال اور نظیر کتب اسلام میں نہیں مل سکتی ۔ ان ہر دو کتابوں سے میں کافی مستفید و مستفیض ہوا ۔ اس کے بعد میں نے امام سندھی سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی دوسری کتابیں پڑھیں مثلاً الخیر الکثیر، بدور البازغہ، سطعات، الطاف القدس، اور تاویل الاحادیث ۔ از خود التفہیمات کا مطالعہ کیا اور العبقات امام سندھی سے پڑھی ۔

جب میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ سے بہت کچھ آگاہ ہوگیا تو مجھے اور بھی شوق و رغبت ہوئی کہ امام شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کے مطابق قرآن کی تفسیر پڑھوں ۔ میں نے مولانا سندھی سے اس کی درخواست کی اور ان سے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور حق یہ ہے کہ

---

[1] الحمدللہ کہ ہم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا ترجمہ ۱۹۶۲ء میں کرچکے ہیں جس کو شیخ غلام علی اینڈ سنز نے کشمیری بازار اور بندر روڈ کراچی سے شائع کیا ہے ۔ یہ کتاب حقیقتاً وہی شان رکھتی ہے جو امام موسیٰ جاراللہ نے بیان کی ہے ۔

ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہٗ

مجھ سے زیادہ وہ میرے ان خیالات سے خوش ہوئے اور اس بارے میں بڑے شوق کا اظہار کیا۔

میں نے امام شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر کو اپنانے میں پوری پوری کوشش کی ہر روز طلوع آفتاب سے لے کر ظہر کی نماز یا عصر کی نماز تک امام سندھی سے استفادہ کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ وہ عربی میں جو کچھ فرماتے میں اس کو لکھ لیتا۔ اور میری پوری پوری کوشش تھی کہ اس املاد کتابت میں ایک جملہ بھی نہ چھوٹ جائے چنانچہ میں نے ایک سو پچاس دنوں میں ایک ہزار چار سو صفحات لکھ ڈالے۔ ۱۸ رجادی الاولیٰ پیر کے دن ۱۳۵۶ھ سے لیکر ۱۳ ر ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ تک یا ۲۶ ر جولائی ۱۹۳۷ء سے لیکر ۱۳ ر جنوری ۱۹۳۸ء تک یہ کام میں نے انجام کو پہنچادیا۔

میرے استاد مولانا سندھی املا کرانے سے تھکنے کا نام نہ لیتے، اور میری خوشی کا یہ عالم تھا کہ مجھ میں سننے اور لکھنے کا اشتیاق بڑھتا ہی جاتا تھا باوجود اس کے کہ بعض اوقات میں سخت بیمار ہوتا تھا جب میں درس سے فارغ ہوا تو میں نے امام سندھی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ لیکن میرے اس شکریے سے ہزار گونہ زیادہ امام سندھی نے میرا شکریہ ادا کیا۔ یہ ان کا کرم تھا کہ جب انہوں نے میرا عزم و ثبات میری مسرت و خوشی اور میری کوشش بلیغ دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ جب امام سندھی نے اپنے امالی کو پوری طرح دیکھ لیا، اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اس سلسلے میں ضبط و نظم پر پوری توجہ دی ہے اور پورے اہتمام سے لکھا ہے تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اور اپنی مسرت کا اظہار کیا

امام سندھی جب قرآن کریم کی تفسیر کرتے تو اس میں معترضہ جملہ بھی گاہ گاہ کہہ دیتے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے کہ یہ جملہ معترضہ ہے چنانچہ میں اسکو جملہ معترضہ کر کے لکھ دیتا یہ معترضہ جملے چھوٹی بڑی فصلوں کی مانند ہوتے۔ اور مختلف فوائد کے حامل ہوتے اور میں بھی اس طریقہ کو پسند کرتا تھا۔ ان معترضہ جملوں میں زیادہ تر حکایتیں، لطائف اور نوادر ہوتے تھے۔ اور یہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہوتے تھے۔ جب مناسب ہوتا اور انہیں فرصت ہوتی تو امام سندھی سیاسی باتیں شروع کر دیتے اور میں سمجھتا تھا یہ باتیں امانت ہیں، قابل اظہار نہیں ہیں لیکن جب اسلام کی تعلیم کے دوران امور سیاسیہ اجتماعیہ کی بحث ہوتی تو صاف صاف کہہ دیتے اور صریح اور قطعی طور پر بتا دیتے۔ اور کسی سے نہ ڈرتے وہ خواہ مخواہ خوشامد نہیں کرتے تھے اللہ لگتی کھری کھری باتیں کرتے تھے۔ والسلام

موسیٰ جار اللہ غفرلہٗ

علامہ کبیر موسیٰ جار اللہ نے جنہوں نے اس تفسیر کا املا کیا ہے آپ کی وفات پر ایک رسالہ شیخ محمد مدنی کو لکھا ہے اسمیں وہ لکھتے ہیں امام مجاہد مجتہد عبید اللہ سندھی نے اللہ تعالیٰ کی دعوت قبول کر لی۔ خوشی بخوشی نفس مطمئنہ کے ساتھ آپ اپنے رب کی طرف چلے گئے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے خاص بندوں میں شامل کرے اور آپ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اس آیت کے بموجب جو سورۃ البلد میں ہے۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی	اے روح مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل
الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی	تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ ہمارے
فی عبادی وادخلی فی جنتی	بندوں میں شامل ہو جا ہماری بہشت میں جا داخل ہو

امام سندھی کا اعتقاد تھا کہ عبادی سے مراد ملاء اعلیٰ ہے چنانچہ سورۃ ص میں ہے۔

ماکان لی من علم بالملاء اعلیٰ اذ یختصمون	عالم بالا کے رہنے والے فرشتے جب آپس میں بحث کرنے لگے مجھکو ان کی بحث کی کچھ خبر نہیں

ملاء اعلیٰ کا نام امام شاہ ولی اللہ نے حظیرۃ القدس رکھا ہے اور حظیرۃ القدس کا اعتقاد فلسفہ امام شاہ ولی اللہ کی اصل اساس ہے جس کو فلاسفہ حکمائے یونان میں وظیفۂ عقل عاشر کہا گیا ہے۔ جس قدر فیضان اور فیوضات الٰہیہ عالم انسانی پر عرش سے نازل ہوتی ہیں وہ حظیرۃ القدس کے ذریعہ نازل ہوتی ہیں۔ میں امام سندھی کو اچھی طرح جانتا ہوں میں نے پہلی مرتبہ انکو اس وقت دیکھا جب وہ ماسکو میں تشریف لائے اور بالشویکوں کا لیڈر لینن زندہ تھا حکومت کے آدمیوں نے ان کا پرزور خیر مقدم کیا تھا حکومت بالشویک امام سندھی کا بڑا احترام کرتی تھی اور امام کے افکار سے مستفید و مستنیر ہوتی تھی وہ ان کے افکار عالیہ اور ارشادات کو انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرتی تھی۔ میرے پاس ان کی فارسی کاپیاں بجنسہ موجود ہیں۔ میں ماسکو میں استقبال کی غرض سے پہنچا تاکہ آپکی زیارت کروں اور آپ سے فائدہ اٹھاؤں۔ چنانچہ کئی دنوں تک میں آپ کی صحبت میں رہا آپ اکثر میرے غریب خانے پر صبح و شام تشریف لاتے تھے۔ پھر میں نے آپ کو "لینن گراڈ" آنے کی دعوت دی میں نے وہاں آپکا پرزور استقبال کیا۔ اور حکومت نے بھی آپ کا پرزور استقبال کیا لیکن قیام کیلئے امام سندھی نے دوسروں پر مجھے ترجیح دی اور میرے غریب خانہ پر قیام فرمایا۔ اور مجھے یہ شرف بخشا آپ رمضان شریف میں تقریباً دو ہفتے میرے مکان پر قیام فرما ہوئے اس اثنا میں نہ تو انہوں نے نہ ان کے اصحاب اور شاگردوں میں سے کسی نے عذر سفر پیش کر کے روزہ چھوڑا۔ میری گھر والی مہمانوں کے لئے خود کھانا اور چائے تیار کرتی تھیں۔ افطار کے وقت امام سندھی دسترخوان پر تشریف لاتے تو بڑا وسیع دسترخوان بچھتا۔ دسترخوان کے اردگرد آپ کے اصحاب اور شاگردوں کا ہجوم ہوتا۔ بعض اوقات مدرسہ کے بڑے بڑے علماء آپ سے مستفید ہوتے

لے آتے۔ اور آپ کی زیارت و صحبت سے مشرف ہوتے۔ امام سندھی اور ان کے شاگرد مرکز بالشویزم میں جو کچھ دیکھنا چاہتے بڑی توجہ سے دیکھتے بہت سی ایسی چیزیں آپ نے دیکھیں جو دوسروں کو بہت کم دیکھنا نصیب ہوتی۔

اس مدت میں میں آپ سے جدا نہیں ہوتا تھا سوائے استراحت کے وقت یا اس وقت کے جب وہ اپنے اصحاب اور شاگردوں کے ساتھ ہوتے۔ میں نے امام کو اچھی طرح سمجھا اور ایسا سمجھا جیسا سمجھنے کا حق تھا۔ میں آپ کو ایک پکا حنفی اور حنیفی مخلص پایا۔ آپ کی عبادت میں ریا نہ تھی نہ آپ کے کلام اور سیرت میں ریا تھی میں نے آپ کو اپنے علم میں مجتہد مجاہد صادق اور اپنے اعمال میں سچا پایا۔ آپ بڑی بڑی امیدیں رکھتے تھے۔ آپ کا ایمان و یقین بہت قوی اور مضبوط تھا اپنے طریقہ کی کامیابی پر انہیں قوی امید تھی اور اس بارے میں فوز و فلاح کی امیدیں رکھتے تھے۔

روس سے آپ ۱۹۲۳ء میں نکلے۔ پھر میں نے آپ کو ۱۹۲۶ء میں استنبول میں دیکھا۔ پھر حرمین میں آپ کو پایا۔ اور بہت مدت تک حرم مکہ میں آپ کی صحبت میں رہا اور کئی کئی ماہ آپ کی صحبت میں گذارے۔ میں نے پورے اتقان و یقین کے ساتھ آپ کے آمالی تفسیر قرآن لکھے۔ جو فلسفہ امام ولی اللہ دہلوی کے مطابق تھے میں آپ کے افکار اجتماعیہ سے خوب واقف ہوں۔ اور قرآن حکیم کے جو مقاصد حکمیہ ان کے پیش نظر تھے ان سے بھی آگاہ ہوں بعض اوقات آپ فرمایا کرتے تھے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کو مؤتمر ادیان میں ثابت کرنا چاہتا ہوں جب ہر شخص اپنے اپنے دین کی کتاب لے کر آئے گا تو ہم کتاب اللہ کی تفسیر فلسفہ امام ولی اللہ کے بموجب لکھ کر آئیں گے وہ قول یہ ہے۔

قل یا ایها الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً　　اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو تم تمام کی طرف میں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں

ہندوستان اور سارے عالم اسلامی پر ایک بہت بڑی مصیبت آئی کہ ایک بہت بڑا عالم اور زبردست فاضل دنیا سے رخصت ہوا۔

پس امت کے علماء کرام، سادات عظام، سرداران قوم اور اغنیاء و امراء کا فرض ہے کہ امام سندھی کی امیدوں اور مقاصد کو زندہ رکھیں اور انہیں زندہ رکھنے کا طریقہ یہی ہے کہ امام سندھی نے جو ارشادات قرآن کریم کے بارے میں فرمائے ہیں عملاً انہیں زندہ رکھیں، خدا کا فرمان ہے۔

من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فلنحیینه حیاۃ طیبة (نحل آیت ۹۷)　　جو شخص عمل صالح کرتا ہے، مرد ہو یا عورت، وہ ایمان والا ہے تو ہم اسکی زندگی نہایت اچھی بسر کرائینگے۔